

دینی و عصری علوم کا امتزاج: قرآنی تعلیمات کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

Integration of Religious and Modern Sciences: An Analytical Study in the Light of Islamic Teachings

Dr. Rafiq Ahmad

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Government College Daggar, Buner, KP, Pakistan,
rafiq.daggar@gmail.com

Dr. Sohail Anwar

Lecturer, Department of Islamic Studies, Abdul Wali Khan, University, Mardan, KP, Pakistan,
sohail_anwar@awkum.edu.pk

Dr. Muhammad Ayaz

Associate Professor, Department of Islamic Theology, Islamia College University, Peshawar,
ayazmuhammad172@gmail.com

Abstract

The integration of religious and modern sciences has remained a central concern in contemporary Islamic scholarship, particularly in the context of education and intellectual development. This study analytically examines the relationship between Islamic teachings and modern scientific disciplines, highlighting the Qur'anic and Prophetic emphasis on knowledge as a means of fulfilling both spiritual and material objectives of life. Drawing upon Qur'anic verses, Hadith, and historical precedents from the early Muslim community, the paper demonstrates how worldly sciences—such as medicine, chemistry, mathematics, and linguistics—can serve as supportive tools for achieving the higher purposes of Shari'ah when aligned with correct intentions and ethical frameworks. By exploring the principle of al-umūr bi-maqāsidihā (“matters are judged by their objectives”), the research argues that modern sciences, when pursued with the aim of serving humanity and strengthening faith, transform from secular activities into acts of worship. The findings underscore the necessity of bridging the gap between religious and modern sciences in order to cultivate a holistic educational model that produces individuals who are spiritually grounded, intellectually competent, and socially responsible.

Keywords: Integration, Religious Sciences, Modern Sciences, Qur'an, Sunnah, Islamic Education, Knowledge

تمہید

اسلام دین فطرت ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے۔ قرآن مجید انسان کی ہدایت کے لیے نازل ہوا اور نبی کریم ﷺ کی سیرت و سنت نے اس ہدایت کو عملی شکل عطا کی۔ اسلامی تعلیمات میں علم کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اور اسے ایمان کے بعد سب سے بڑی فضیلت قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں بارہا علم کے حصول کی ترغیب دی گئی ہے اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم“۔ علم کی یہ وسعت صرف مذہبی احکام یا عبادات تک محدود نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے کو محیط ہے۔ مسلمان جب علم کے ہر میدان میں سرگرم عمل رہے تو انہوں نے دنیا کو ریاضی، طب، فلکیات، کیمیا اور دیگر عصری علوم میں بے مثال خدمات پیش کیں۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دینی اور عصری علوم میں تفریق پیدا ہو گئی، نتیجتاً امت کا علمی و فکری سفر دو دھاروں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک طرف وہ طبقہ ہے جو دینی مدارس میں مذہبی علوم کی حفاظت اور تدریس کو اپنی توجہ کا مرکز بنائے ہوئے ہے، اور دوسری جانب وہ طبقہ ہے جو عصری تعلیمی اداروں میں جدید علوم کے حصول کو مقصدِ حیات سمجھتا ہے۔ اس تقسیم نے مسلم معاشروں میں ایسا خلا پیدا کیا جس کے نتیجے میں نہ صرف دینی اور دنیاوی علوم ایک دوسرے سے کٹ گئے بلکہ تعلیمی نظام بھی اپنی ہمہ جہتی اور جامعیت سے محروم ہو گیا۔

اس تناظر میں ضروری ہے کہ دینی اور عصری علوم کے درمیان ربط و امتزاج پیدا کیا جائے تاکہ تعلیم کا نظام اسلام کے بنیادی مقاصد یعنی معرفت الہی، خدمت خلق، اور دنیا و آخرت کی فلاح کو یکجا کر سکے۔ اگر جدید سائنسی علوم کو درست نیت اور شرعی مقاصد کے ساتھ بروئے کار لایا جائے تو یہ بھی دینی علوم کا حصہ بن جاتے ہیں اور عبادت کا درجہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی اصول کو قرآن و سنت کی تعلیمات میں واضح کیا گیا ہے کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ لہذا امت مسلمہ کی موجودہ ضرورت یہ ہے کہ وہ اپنے تعلیمی نظام میں ایسی حکمت عملی اختیار کرے جو دین اور دنیا دونوں کے تقاضوں کو ساتھ لے کر چلے، تاکہ ایک ایسا متوازن اور ہمہ گیر معاشرہ تشکیل دیا جاسکے جو علمی اعتبار سے ترقی یافتہ اور روحانی اعتبار سے مستحکم ہو۔

تعارف

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو تمام انسانیت کی رہبری و رہنمائی کے لئے بھیجا اور اپنے پسندیدہ دین اسلام کی تکمیل آپ ﷺ پر فرمائی۔ بنی نوع انسان چونکہ مختلف شعبوں اور پیشوں سے منسلک ہے، اس لئے آپ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات میں تمام طبقات والوں کے لئے بہترین نمونہ پایا جاتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: ”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“¹۔ ترجمہ: البتہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں اچھا نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی ایک حیثیت معلم کی بھی ہے جس کے لئے آپ ﷺ مامور من اللہ ہیں۔ نیز آپ ﷺ نے خود بھی ارشاد فرمایا: ”إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا“²۔ ترجمہ: بے شک میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ انسانی تخلیق کی غرض و غایت چونکہ معرفت الہی اور بندگی ہے۔ لہذا یہ سیکھنا انسان کے لئے از بس ضروری ہے کہ دیگر مخلوقات کا مقصد جاننے سے پہلے اپنی زندگی کا مقصد صحیح معنوں میں معلوم کر لے اور پھر اسی مقصد کے (احسن طریقہ سے) حصول کے لئے بھی وسائل و اسباب کو تلاش کرے۔

علم کا مقصد ہی یہی ہے کہ بندہ اس تحقیق میں لگے کہ اس وقت میرا خالق و مالک مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ یعنی امر حال پہچاننا۔ اور اس امر کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے کونسا طرز و طریقہ تعلیم فرمایا۔

بقول مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ: ”علم وہ نور ہے کہ جب بندہ کو حاصل ہو جاتا ہے تو اس کو عمل کیے بغیر چین نہ آئے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے انسان کو روئے زمین پر بھیجتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ تمہارے لیے زمین میں کچھ محدود مدت تک کے لئے رہنا اور نفع اٹھانا ہے اور ساتھ ساتھ یہ حکم نامہ بھی جاری فرمایا کہ ”فَأَمَّا يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ“³۔ ترجمہ: اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میرے بھیجے ہوئے ہدایت کے پیچھے پیچھے چلا اس پر نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اس وقت پوری دنیا خوش فہرہ اور غمزدہ ہے۔ وہ امن و سکون اور خوشحالی و اطمینان کی تلاش میں ہے۔ لیکن اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ارسال کردہ ہدایت کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنا پڑے گا۔ اب اس ارسال کردہ ہدایت کی نظریاتی (Theoretical shape) صورت میں تو کتابوں کو اتارا جبکہ اس کی عملی شکل انبیاء علیہم السلام کی مبارک زندگیاں تھیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام خود بھی ہدایت یافتہ تھے، جیسا کہ ارشاد ہے: ”أُولَئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ مِنْ ذُرِّيَةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِنْ ذُرِّيَةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا“⁴۔ ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا پیغمبروں میں اور آدم کی اولاد میں سے، اور ان میں سے جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا، اور ابراہیم اور اسرائیل کی اولاد میں سے، اور ان میں سے جنہیں ہم نے ہدایت کی اور پسند کیا۔

اور ان پر نازل شدہ کتابوں کے اندر بھی اپنی اپنی متعلقہ امت کی ہدایت کا پورا سامان موجود تھا۔ یقیناً تمام آسمانی کتابوں میں متعلقہ امتوں کے لئے رہبری تھی جو اپنے متبعین کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لاتے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ”إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ“⁵۔ ترجمہ: ہم نے تورات نازل کی کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ لیکن یہ ہدایت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ ”وَأَتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ“⁶۔ ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنایا۔

نیز یہ بھی فرمایا: ”وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَى بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ“⁷۔ ترجمہ: اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا تھا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال اور انہیں اللہ کے دن یاد دلا، بے شک اس میں ہر ایک صبر شکر کرنے والے کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ اسی طرح انجیل کے بارے میں فرمایا: ”وَقَفَّيْنَا عَلَى آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَآتَيْنَاهُ الْإِنْجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ وَمُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةً

لِّمُتَّقِنَ”⁸ ترجمہ: اور ہم نے ان کے پیچھے انہیں کے قدموں پر مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا جو اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا تھا، اور ہم نے اسے انجیل دی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا تھا اور وہ راہ بتانے والی تھی اور ڈرنے والوں کے لیے نصیحت تھی۔

جبکہ قرآن کریم تمام انسانیت کے لئے رہنما کتاب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ“⁹ ترجمہ: رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے اور ہدایت کی روشن دلیلیں اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔

قرآن کریم تمام انسانیت کی ہدایت کا سامان ہے اندر سموئے ہوئے ہے۔ یہ قیامت تک آنے والے آخری انسان کو بھی اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لانے کا ضامن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ“¹⁰ ترجمہ: ال، یہ ایک کتاب ہے ہم نے اسے تیری طرف نازل کیا ہے تاکہ تو لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے، ان کے رب کے حکم سے غالب تعریف کیے ہوئے کے راستے کی طرف۔

لیکن دیگر کتب ساویہ محدود زمانے، علاقے اور مخصوص قوم کی ہدایت کے لئے تھیں۔ ان کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود نہیں لیا تھا۔ ارشاد ہے: ”إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ بِحُكْمٍ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّابِّيُّونَ وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُخْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَآخِشُوا النَّاسَ وَلَا تَسْتَرْجُوا بِآيَاتِنَا ثَمَنًا قَلِيلًا وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ“¹¹ ترجمہ: ہم نے تورات نازل کی کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس پر اللہ کے فرمانبردار پیغمبر یہود کو حکم کرتے تھے اور اہل اللہ اور علماء بھی اس لیے کہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ ٹھہرائے گئے تھے اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے، سو تم لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے میں تھوڑا مول مت لو، اور جو کوئی اس کے موافق فیصلہ نہ کرے جو اللہ نے اتارا ہے تو وہی لوگ کافر ہیں۔

جبکہ قرآن عظیم الشان کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ ارشاد ہے: ”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“¹² ترجمہ: ہم نے یہ نصیحت اتاری اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

اسی طرح ہدایت کی عملی شکل نبی اکرم ﷺ کی عملی زندگی، سیرت طیبہ اور آپ کے ارشادات و تعلیمات تھے۔ جس کا بڑا حصہ آپ ﷺ نے خود کر کے دکھایا اور کچھ حصہ اپنے عہدِ مبارک میں صحابہ کرامؓ سے کروایا اور ان پر عملی طور سے نافذ کر کے رہتی دنیا تک قابل عمل نمونہ چھوڑا۔ لہذا زندگی کے ہر موڑ پر آپ ﷺ کی سیرت تمام امت کے لئے مشعل راہ ہے، ارشاد ہے ”لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ“¹³ ترجمہ: البتہ تمہارے لیے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا: ”وَإِنْ تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا“¹⁴ ترجمہ: نبی اکرم ﷺ کی اطاعت کرو گے تو راہ پاؤ گے۔

آپ ﷺ خود بھی سیدھے راستے پر تھے۔ ”إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ - عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“¹⁵ ترجمہ: بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔ سیدھے راستے پر۔ اور انسانیت کو بھی سیدھے راستے کی رہبری و رہنمائی فرمائی ہے۔ ارشاد ہے: ”وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“¹⁶ ترجمہ: بے شک آپ ﷺ صحیح راستے کی طرف رہبری و رہنمائی کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں تمام انسانیت کی ہدایت کا سامان موجود ہونے کے ناطے ہر قسم کی مثال بیان ہوئی ہے۔ ”وَلَقَدْ صَدْرْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ“¹⁷ ترجمہ: اور ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کر دی ہے۔

اسی طرح صاحبِ قرآن نبی اکرم ﷺ کی سیرت کو بھی تمام انسانیت کی رہبری کے لیے کافی قرار دیا گیا۔ ارشاد ہے: ”وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ“¹⁸ ترجمہ: اور ہم نے آپ ﷺ کو نہیں بھیجا مگر انسانیت کے لئے کافی، خوشخبری اور ڈرسانے والا۔ نیز آپ ﷺ نے خود بھی ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے ہر گز گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے۔¹⁹

لہذا آپ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات میں سے کچھ تو ایسی ہیں جو بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کو شامل ہیں۔ جن کو ہم مقصودی عبادات سے تعبیر کر سکتے ہیں اور بہت سارے ایسے امور بھی ہیں جو مقصودی عبادات (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ذکر، خدمتِ خلق وغیرہ) کے لئے بطور معاون کام دیتے ہیں۔ جیسے حلال کمانا،

کھانا، پینا، آرام کرنا، سائنسی تحقیقات و ایجادات، دیگر سہولیات کی فراہمی وغیرہ۔ اگر ان غیر مقصودی اعمال کو اصل مقاصد کے لئے بطور معاون استعمال کیا جائے اور ان دونوں کو باہم مربوط کیا جائے تو ان تمام کاموں اور محنتوں پر ویسا ہی اجر ملے گا۔ جو کہ اصل مقصودی عبادت پر ملتا ہے۔ فقہی قاعدہ ہے ”الامور بمقاصدھا“۔ (ترجمہ: معاملات کا دار و مدار قصد و نیت پر ہے)۔ اس قاعدے کی دلیل یہ حدیث ہے: ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“²⁰ (ترجمہ: اعمال کے حکم کا دار و مدار نیتوں پر ہے)۔ اور یہ آیت بھی ہے: ”وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ“²¹ (ترجمہ: اور آپس میں نیک کام اور پرہیزگاری پر مدد کرو، اور گناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو۔

اگر یہ عصری علوم مقاصد کے ساتھ ہم آہنگ ہیں اور ان کو تقویت دے رہے ہیں تو یہ بھی دینی علوم کے حکم میں ہیں۔ اور ان پر بھی وہی اجر ملتا ہے۔ از روئے حدیث گھوڑے اس شخص کے لئے باعث اجر و ثواب ہیں جو انھیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کی غرض سے رکھے، اور انھیں تیار کرے۔ چنانچہ ان کے پیٹ میں جو چیز بھی جائے گی وہ اس شخص کے لئے نیکی شمار ہوگی۔ اگر وہ انھیں گھاس والی زمین میں بھی چرائے گا تو جو وہ کھائیں گے اس کا ثواب اسے ملے گا، اگر وہ انھیں بہتی نہر سے پانی پلائے گا تو پیٹ میں جانے والے ہر قطرے کے بدلے اسے ثواب ملے گا، حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ان کے پیشاب اور لید (گوبر) میں بھی ثواب بتایا، اگر وہ ایک یادو میل دوڑیں تو بھی ہر قدم کے بدلے جسے وہ اٹھائیں گے ثواب ملے گا۔²²

اسی طرح حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا قبیلہ بنو اسلم کے چند لوگوں پر گزر ہوا جو تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسماعیل علیہ السلام کے بیٹو! تیر اندازی کرو کہ تمہارے بزرگ دادا اسماعیل علیہ السلام بھی تیر انداز تھے۔ ہاں! تیر اندازی کرو۔ الخ۔²³ اسی طرح حدیث میں آیا ہے: ”أَنَّ أَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلِّ السُّيُوفِ“²⁴ (ترجمہ: بیشک جنت کے دروازے تلواروں کی چھاؤں میں ہیں۔

بلکہ مقاصد اگر عصری علوم اور جدید ذرائع کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے یا ان کے بغیر خاطر خواہ پیش رفت و ترقی نہیں ہو سکتی تو ان کا حصول لازمی اور فرض کفایہ کے درجے میں ہے۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کو عالمی اور آخری نبی بنا کر بھیجا گیا۔ لہذا اقوام عالم میں رہنے والے مختلف زبانوں والوں اور علاقوں میں بسنے والے انسانوں کو اسلام کا آفاقی پیغام پیش کرنا آپ کے ذمے ہے۔ گذشتہ انبیاء علیہم السلام تو ایک قوم اور مخصوص و محدود علاقوں کے لئے تھے۔ لہذا وہ اپنی قوم کو انہی کے زبان میں سمجھاتے تھے۔ قرآن میں ارشاد ہے: ”وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ“²⁵ (ترجمہ: ہم نے ہر رسول کو اپنی قوم کی زبان میں (دعوت دینے) بھیجا ہے۔

لہذا نبی کریم ﷺ جب یہودیوں کو خطوط ارسال فرماتے تھے تو وہ انہی کی زبان یعنی عبرانی میں ہوتے تھے۔ جس کے لئے یہودیوں کی خدمات حاصل کی جاتی تھی۔ لیکن جب ان کی خباثت و شرارت سامنے آگئی اور واضح ہو گیا کہ یہ آسمانی کتاب (تورات) میں بھی اپنی طرف سے کمی بیشی کرتے ہیں لہذا ان پر یہ اعتماد نہیں رہا کہ وہ نبی کریم ﷺ کے موقف کو بلا کم و کاست اپنی صحیح شکل میں تحریر کر سکیں یا یہودیوں کی طرف سے آئے ہوئے خطوط کو من و عن پڑھائے۔ لہذا نبی کریم ﷺ نے حضرت زیدؓ کو یہودیوں کی زبان (عبرانی) سیکھنے کا حکم فرمایا اور انھوں نے ۱۵ دنوں میں اس میں کمال حاصل کیا۔ اس کے بعد یہودیوں سے خط و کتاب لکھنا اور پڑھنا (آپ ہی کے سپرد تھا۔²⁶ نیز حضرت زیدؓ یہ بھی فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا میرے پاس (یہود کے) خطوط آتے ہیں، میں نہیں چاہتا کہ ہر آدمی انھیں پڑھے، کیا تم عبرانی یا سریانی زبان کی لکھائی سیکھ سکتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں، چنانچہ میں نے وہ زبان سترہ دنوں میں اچھی طرح سیکھ لی۔²⁷ گو یا مقصد تو اسلامی تعلیمات ہی کا پرچار اور اسی کا غالب و قائم کرنا تھا لیکن اس کے لئے بطور سبب و ذریعہ کے اگر دشمنوں کی زبان سیکھنی پڑی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اس کی ترغیب دی۔

حضرت عمر بن قیسؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیرؓ کے سوغلام تھے۔ ان میں سے ہر ایک غلام الگ زبان میں بات کرتا تھا اور حضرت ابن زبیرؓ ان میں سے ہر ایک سے اسی کی زبان میں بات کرتے تھے۔ میں جب ان کے دنیاوی مشاغل پر نگاہ ڈالتا تو ایسے لگتا کہ جیسے کہ ان کا پلک جھپکنے کے بقدر بھی آخرت کا ارادہ نہیں ہے اور میں جب ان کی آخرت والے اعمال کی مشغولی پر نگاہ ڈالتا تو ایسے لگتا کہ ان کا پلک جھپکنے کے بقدر بھی دنیا کا ارادہ نہیں ہے۔²⁸

ہر دور میں طاقت کے پیمانے بدلتے رہتے ہیں۔ اقوام کی قوتوں کو ناپنے کے معیار ہر دور میں اور ہر جگہ یکساں نہیں رہتے۔ لہذا ہر دور میں انسان جس لب و لہجے کو سمجھتے ہیں ان کا سیکھنا بحیثیت مسلمان لازم ہے لیکن اپنے مقاصد کو ہر گز نہیں بھولنا اور بنیاد سے سرمو نہیں ہٹنا۔ بقول سید ابوالحسن علی ندوی زمانہ جس زبان کو سمجھتا ہے وہی اسلام کی زبان ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ستاروں کا اتنا علم حاصل کرو جس سے تم راستہ معلوم کر سکو اور نسب بھی اتنے معلوم کرو جس سے تم صلہ رحمی کر سکو۔²⁹

لیکن دھیان رکھنا ہے کہ ذرائع اور معاون و ممدات اپنی حد میں رہیں، مقاصد کا درجہ نہ لیں۔ اس لئے کہ امت کے زوال کی وجوہات میں اور تحریکوں کی ناکامی کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی ہوتا ہے کہ ذرائع کو اصل سمجھ کر ان کو مقاصد کا درجہ دیا جاتا ہے، جب کہ مقاصد دل و دماغ سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور بہت سے لوگ اس تحریک کی مخالفت پر بھی اتر آتے ہیں۔

الغرض مقصد کے حصول کے لئے جو بھی ذرائع و اسباب اختیار کیے جائیں گے، ان پر ویسا ہی اجر ملے گا جیسا کہ مقصد کی ادائیگی پر ملتا ہے، بشرطیکہ یہ ذرائع اسلامی تعلیمات سے متصادم نہ ہوں۔ گویا مسلمان کا کوئی عمل بھی بلا واسطہ یا بالواسطہ عبادت و بندگی سے خالی نہیں ہوتا۔ یہ اپنے حسن نیت سے (بظاہر) دنیا کو بھی دین بنا سکتا ہے۔ بحیثیت انسان تو اس کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ ہی کی معرفت و بندگی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: ”وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ“³⁰ ترجمہ: اور میں نے جن اور انسان کو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لیے۔

اور نبی آخر الزماں ﷺ کی امتی کی حیثیت سے اس کی ایک خصوصی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت و بندگی کی طرف بلائے۔ ارشاد ہے: ”قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي ۚ أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ ۖ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي ۖ وَسُبْحَانَ اللَّهِ ۖ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ“³¹ ترجمہ: کہہ دو یہ راستہ ہے کہ میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلا رہا ہوں، بصیرت کے ساتھ میرا اور میرے تابعداروں کا، اور اللہ پاک ہے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

پس حاصل یہ ہوا کہ مسلمان کا کوئی بھی عمل اس سے خالی نہیں ہو گا کہ وہ خود اللہ تعالیٰ کی بندگی و عبادت میں مشغول ہو گا، یا اس کی طرف اوروں کو بلانے میں سرگرم عمل ہو گا اور یا ان مقاصد کو تقویت دینے والے معاون اعمال میں لگے گا۔

المیہ یہ ہے کہ انسانوں کی اکثریت مقصود کی عبادت کے علاوہ دیگر تمام امور اور محنتوں کو یا تو محض چند پیسوں کے حصول کے لئے کرتی ہے یا محض عادات اس لئے یہ دنیا کھلائی جاتی ہے دین نہیں بنتا۔

انہی میں سے ہمارے عصری تعلیمی اداروں کا قیام اور ان میں پڑھائے جانے والے علوم، وفنون اور مہارتوں کا ہے۔ جنہیں ہماری نیت، دین یا دنیا بنادیتی ہے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ اس دنیا کو دین اور عادت کو عبادت بنایا جائے کہ نظام تعلیم کسی قوم کے نظریے اور تہذیب و تمدن کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

عبرانی جو کہ دشمنوں کی زبان ہے، جب اس کو دین اسلام کی اشاعت و حفاظت کے لئے سیکھنے کا حکم ہے اور یہ بھی دین ہے جس پر اجر و بدلہ ملے گا۔ تو دیگر سائنسی مضامین جن میں اکثر خالصتاً فطری علوم ہیں، ان کو سیکھ کر خدمت دین میں لگا دینا بدرجہ اولیٰ جائز اور مستحسن ہو گا۔ مثلاً نباتات (Botany) جو پودوں، ان کی ساخت اور افادیت وغیرہ سے بحث کرتا ہے۔ اس لائن کے ماہرین پودوں اور جڑی بوٹیوں پر محنت و تحقیق کے مختلف مراحل سے گزر کر ایسی دوائیاں تیار کرتے ہیں جو مختلف بیماریوں کے علاج اور انسانی صحت میں مزید ترقی کے لئے نہایت مفید ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ انسان اپنے مقاصد اور ذمہ داریوں سے اس وقت احسن طریقے سے نبرد آزما ہو سکتا ہے جب وہ صحت یاب ہو۔ ہمارے ہاں تو بیمار کی محض بیماری پر سی اور عیادت پر ستر ہزار فرشتے دعائے مغفرت مانگتے ہیں۔³² تو پھر جو مستقل طور پر امراض کی تشخیص، اسباب اور علاج کے حوالے سے مغز کھپائی کرے گا، ریسرچ و مطالعہ کرے گا، اس کا مقام کیا ہو گا؟ نیز درخت لگانا بذات خود مفید اور باعشہ اجر ہے، آکسیجن، سایہ اور ہوادار فضا میسر ہوتی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان درخت لگاتا ہے پھر اس میں سے جتنا حصہ کھالیا جائے وہ درخت لگانے والے کے لئے صدقہ ہو جاتا ہے اور جو اس میں سے چرا لیا جائے وہ بھی صدقہ ہو جاتا ہے یعنی اس پر بھی مالک کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے اور جتنا حصہ اس میں سے درندے کھا لیتے ہیں وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہو جاتا ہے اور جتنا حصہ اس میں سے پرندے کھا لیتے ہیں وہ بھی اس کے لئے صدقہ ہو جاتا ہے۔ (غرض یہ کہ) جو کوئی اس درخت میں سے کچھ (بھی پھل وغیرہ) لے کر کم کر دیتا ہے تو وہ اس (درخت لگانے والے) کے لئے صدقہ ہو جاتا ہے۔³³ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بنجر زمین کو کاشت کے قابل بناتا ہے تو اسے اس کا اجر ملتا ہے۔³⁴ حضرت قاسمؒ فرماتے ہیں کہ دمشق میں حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ کے پاس سے ایک شخص گزرے اس وقت حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی پودا لگا رہے تھے اس شخص نے ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کیا آپ بھی یہ (دنیاوی) کام کر رہے ہیں حالانکہ آپ تو رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: مجھے ملامت کرنے میں جلدی نہ کرو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جو شخص پودا لگاتا ہے اور اس میں سے کوئی انسان یا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی مخلوق کھاتی ہے تو وہ اس (پودا

لگانے والے) کے لئے صدقہ ہوتا ہے۔³⁵ حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص پودا لگاتا ہے پھر اس درخت سے جتنا پھل پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ پھل کی پیداوار کے بقدر پودا لگانے والے کے لئے اجر لکھ دیتے ہیں۔³⁶ لیکن یاد رہے کہ اس کا پودا لگوانا بذاتِ خود مقصود نہیں ہے بلکہ اس کا وجود انسانیت کے فائدے کے لئے ہے۔ لہذا اگر کہیں اس سے انسانیت کو نقصان اور تکلیف پہنچ رہی ہو تو پھر اس کا ہٹانا اور کاٹنا ہی دین ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک درخت مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا۔ ایک شخص نے آکر اسے کاٹ ڈالا تو وہ (اس عمل کی وجہ سے) جنت میں داخل ہو گیا۔³⁷

اسی طرح علمِ کیمیا (Chemistry) ہے۔ اس کی تعریف یوں ہے:

Branch of science which deals with the study of composition, structure, properties of matter and the laws of principles which govern these changes.

گویا بظاہر روئے زمین پر طبعی حیات علمِ کیمیا پر موقوف ہے۔ بہر حال مادی اشیاء کی ساخت اور خواص سے بحث اور ان پر تحقیق اس لیے کی جاتی ہے کہ یہ حضرت انسان کی ضروریات پوری کرنے اور سہولیات بہم پہنچانے میں مددگار ہو اور یہ ضروریات کا باآسانی مہیا ہونا اور سہولیات کی فراہمی انسان کو اپنے مقصد کے حصول میں معاون و مدد ہو جاتے ہیں۔ لہذا اس نیت سے اس میدان (علمِ کیمیا) کی محنت و تحقیق کو بھی ”الامور بمقاصدھا“ کے تحت دین بنایا جاسکتا ہے۔

اس طرح علمِ ہندسہ اور ریاضی کا میدان زیادہ تر حساب کتاب سے متعلق ہے۔ لہذا زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے ریکارڈ رکھنا اور علم وراثت کو مزید آسان بنانے کے لئے علمِ ریاضی کے جدید طریقوں کو استعمال کرنا وغیرہ بھی باعثِ اجر بن سکتا ہے۔

علمِ تاریخ سے گذشتہ اقوام کے عروج و زوال کے اسباب معلوم کر کے اپنے لیے کامیابی کی راہ متعین کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔

اسی طرح مردم شماری اور مختلف جہات سے عوام کا جائزہ لینے کے لئے علمِ شماریات بہت مفید ہوتا ہے۔ اسی کی تعریف یوں کی جاتی ہے:

Statistics is a science of calculation organization, presentation and interpretation of numerical data. A process to get information from the data.

اسی طرح ڈاکٹر اور طبیب کی اہمیت ہے۔ انسانی جان کی حفاظت دینِ اسلام کی اولین ترجیحات میں سے ہے اور یہ مقاصدِ شریعہ میں سے ہے۔ اسلام نے حرام خوری کو حرام قرار دیا ہے لیکن اگر کوئی بندہ بھوک و پیاس سے نڈھال ہو کر ایسی اضطراری حالت تک پہنچ جائے کہ کھائے پئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اور اس مضطر کی دسترس میں حرام کے علاوہ کوئی حلال سامان اکل و شرب نہ ہو تو اس کو رخصت ہے کہ وہ جان بچانے اور کمرسیدھی کرنے کے لئے حرام بھی کھائے / پئے اور اس میں درج ذیل باتوں کا لحاظ رکھے۔ (i) اس کو حلال نہ سمجھے۔ (ii) مزہ لے کر نہ کھائے، (iii) پیٹ بھر کر نہ کھائے۔ اس طرح مرض بڑھنے کے خوف سے فرض روزہ بھی مؤخر کر سکتا ہے۔ نیز قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ ”وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَانَتْ مَوْجِبَةً لِّلنَّاسِ جَمِيعًا“۔³⁸ ترجمہ: جس نے ایک انسان کی جان بچائی گویا اس نے تمام انسانیت کی جان بچائی۔

اسلام نے ناجائز و ناحق قتلِ انسانی کو حرام قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ خودکشی کو بھی حرام قرار دیا ہے۔

ان تمام تعلیمات کو مد نظر رکھ کر ایک ماہر اور صحیح ڈاکٹر و طبیب کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ جس کا کام مریض کی صحت یابی اور انسانی جان کا تحفظ ہے۔

لیکن یہ بات ضروری ہے کہ ڈاکٹر صاحب صرف اپنے پیشے کے ساتھ وفاداری کر کے محض ڈاکٹر کی نیت سے علاج نہ کریں بلکہ نبی آخر الزمان ﷺ کا امتی بن کر انسانیت کو اپنے مقصودِ اصلی (یعنی اللہ تعالیٰ کی بندگی اور نمائندگی) کی طرف بھی متوجہ کریں۔ اسی طرح اگر ہر پیشہ والا زندگی کے مقصد کو سامنے رکھ کر اپنے متعلقہ میدان میں لگیں گے تو ساری عمر کی خدمت و محنت عادت کی بجائے عبادت اور دنیا کی بجائے دین بن جائے گا۔ ورنہ دنیا کی اپنی قیمت تو کچھ بھی نہیں بلکہ یہ دین کے ساتھ لگ کر قیمتی بن جاتی ہے جیسا کہ صفر کی اپنی قیمت کچھ نہیں، چاہے کتنے ہی جمع ہو جائیں، البتہ ا کے ساتھ صحیح سمت لگ کر قیمت بڑھاتا ہے۔ حضرت سہل بن سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر دنیا کی قدر و قیمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ پانی نہ پلاتے۔³⁹ جیسا کہ لوبیا، دال اور چاول کے ساتھ جڑے ہوئے تنکے، کنکر اور ڈھیلے وغیرہ بھی انہی کے باؤکتے ہیں، ورنہ الگ ہو کر تو تنکے و کنکر وغیرہ کی قیمت کچھ نہیں۔

الغرض ضروریات کو مقاصد سے ہم آہنگ اور ان کو باہم مربوط (Integrate) کرنا نہایت ضروری ہے کہ اس سے ہر مسلمان مظہرِ اسلام اور داعی الی اللہ

بنے گا۔ یعنی ایک طرف سے اس سے اپنے پیشے کا دین ظاہر ہو گا اور دوسری طرف وہ دیگر انسانوں کو اللہ تعالیٰ (کے دین) کی طرف بلانے والا بھی ہو گا۔

حوالہ جات

- 1۔ القرآن الکریم، احزاب: ۲۱
- 2۔ سنن ابن ماجہ، رقم حدیث: 229
- 3۔ القرآن الکریم، البقرہ: ۳۸
- 4۔ القرآن الکریم، مریم: ۵۸
- 5۔ القرآن الکریم، المائدہ: ۴۴
- 6۔ القرآن الکریم، بنی اسرائیل: ۲
- 7۔ القرآن الکریم، ابراہیم: ۵
- 8۔ القرآن الکریم، المائدہ: ۴۶
- 9۔ القرآن الکریم، البقرہ: ۱۸۵
- 10۔ القرآن الکریم، ابراہیم: ۱
- 11۔ القرآن الکریم، المائدہ: ۴۴
- 12۔ القرآن الکریم، الحجر: ۹
- 13۔ القرآن الکریم، احزاب: ۲۱
- 14۔ القرآن الکریم، النور: ۵۳
- 15۔ القرآن الکریم، یس: ۳، ۴
- 16۔ القرآن الکریم، الشوری: ۵۴
- 17۔ القرآن الکریم، الروم: ۵۸
- 18۔ القرآن الکریم، سبا: ۲۸
- 19۔ راہ مالک فی الموطاء، النہی عن القول فی القدر، ص ۷۰۲
- 20۔ بخاری، باب النبی فی الایمان، رقم: ۶۶۸۹
- 21۔ القرآن الکریم، المائدہ: ۲
- 22۔ سنن ابی ماجہ، کتاب الجہاد، باب ارتباط النخیل فی سبیل اللہ، رقم حدیث: 2788
- 23۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب: التخریض علی الرمی، رقم حدیث: 2899
- 24۔ سنن ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ما ذکر ان ابواب الجنۃ تحت ظلال السیوف، رقم حدیث: 1659
- 25۔ القرآن الکریم، ابراہیم: ۴
- 26۔ منتخب الکنز، ج ۵/ ص ۱۸۵، واخرجه ابن سعد
- 27۔ مولانا محمد یوسف، حیاۃ الصحابہ، کتب خانہ فیضی، لاہور، اردو ترجمہ مولانا احسان الحق، ۳ / ۲۱۸، ۲۱۷
- 28۔ اخرجه الحاکم فی المستدرک، ج ۳، ص ۵۴۹، وابو نعیم فی الحلیہ ج ۱، ص ۳۳۴
- 29۔ کذا فی الکنز، ج ۵، ص ۲۳۵
- 30۔ الذریت: ۵۶
- 31۔ یوسف: ۱۰۸

- 32- أخرجه أحمد (١ / ٨١) ، أبو داود (٣٠٩٩) ، ابن ماجه (١ / ٣٣٠)
- 33- صحيح مسلم باب فضل الفرس والزرع، رقم: ٣٩٦٨
- 34- رواه ابن حبان، (واستاده على شرط مسلم)، ١١ / ٦١٥
- 35- مسند احمد، ٦ / ٣٣٣
- 36- مسند احمد، ٥ / ٣١٥
- 37- مسلم، باب فضل ازالة الاذى عن الطريق، رقم: ٦٦٤٢
- 38- القرآن الكريم، المائدة: ٣٢
- 39- الترمذی، وقال: هذا حديث صحيح غريب، باب ماجاء في هوان الدنيا على الله عز وجل، رقم: ٢٣٢